روئداد

اجلاس سوم

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس

(انجمن ترقی تعلیم حیدرآباد دکن)

منعقدہ

بتواریخ ۵ و ۶ بہمن ۱۳۲۷ ف

مطابق

۲۲ و ۲۳ صفر ۱۳۳۶ ھ

بمقام

ٹاؤن ہال باغ عامہ بلدہ حیدرآباد

مطبوعہ

…ل صحیفہ واقع بیرون دروازہ چادرگھاٹ حیدرآباد

ت ایک روپیہ

فہرست مضامین

تمہید	۱
اجلاس اول	۳
خطبہ افتتاحیہ جناب نواب عماد الملک	۴
رپورٹ سکرٹری	۱۱
اجلاس دوم	۱۹
تحریک نمبر ۱ (اضافہ تنخواہ مدرسین) و فراہمی مکانات	۲۰
تحریک نمبر ۲ (قرضہ تعلیمی)	۲۸
تحریک نمبر ۳ (سول سروس کلاس)	۳۶
نظم کیفی صاحب	۴۶
اجلاس سوم	۵۱
تحریک نمبر (۴) (تراجم علوم مشرقیہ)	۵۱
تحریک نمبر (۵) (فراہمی کتب اردو بہ کتب خانہ آصفیہ)	۵۷
تحریک نمبر ۶ (تاریخ و جغرافیہ دکن)	۵۹
تحریک نمبر ۷ (تاریخ اسلام)	۶۳
تحریک نمبر ۸ (دار الاقامہ دار العلوم وغیرہ)	۶۵
تحریک نمبر ۹ (توجہ بہ تحریکات سالگزشتہ)	۶۷
تحریک نمبر ۱۰ (متعلقہ صدر مجلس)	۷۳
نظم کیفی صاحب	۸۰
فہرست ارکان صدر مجلس	۸۳
فہرست ارکان کانفرنس	۸۵
فہرست معطیان وظایف	
حسابات	۱۰۸
فہرست وظائف	۱۱۰
خاتمہ	۱۱۱

تمہید

جس وقت اورنگ آباد کے قدیم تاریخی شہر میں اجلاس کانفرنس کی تما وضع کی وہ خوش آیند علمی چہل پہل ہو رہی تھی جو اورنگ آباد کے لیے مدتوں بھولی نہ جائیگی تو اس وقت یہ خیال ہو رہا تھا کہ آیندہ اجلاس ورنگل میں منعقد ہوگا جہاں بہ نسبت اور اضلاع کے سب سے زیادہ ارکان فراہم ہوسکتے تھے اور جہاں سے متعدد ارکان طویل مسافت طے کرنے کے بعد اورنگ آباد کے اجلاس کی شان دوبالا کرتے ہوئے نظر آئے چنانچہ اس کے متعلق ورنگل میں ایک بڑا جلسہ بھی ہوا اور باقاعدہ طور سے مجلس استقبالیہ بھی قائم ہوئی اور اس کی اطلاع پر اعلان بھی کر دیا گیا کہ تیسرا اجلاس کانفرنس تعطیلات شب برات میں بمقام ورنگل منعقد ہوگا لیکن کچھ تو طاعون کی گڑبڑ اور کچھ تیاری کافی نہ ہونے کی وجہ سے ورنگل نے ساتھ چھوڑ دیا۔ مجبوراً چند مہینوں کے لیے اجلاس آگے بڑھا دینا پڑا۔ اور بالآخر تعطیل دیوالی و جمعہ میں بتاریخ ۱۱۔۱۲ اور دے ۱۳۲۷ف بلدہ حیدرآباد میں منعقد ہونا قرار پایا۔

صدر نشین اجلاس اجلاس کی صدارت کے لیے نواب عماد الملک بہادر۔ بالقابہم سے درخواست کی گئی جو نہ صرف بلحاظ امتزاج ادب مشرق و مغرب فرد فرید ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی ہندوستان کے ان ناموران میں سے ہیں جن کی شہرت مستغنی عن التعریف ہے۔ سب سے زیادہ یہ کہ ۲۰ سال سے حیدرآباد کی تعلیمی نشو و نما آپ کی پیش نظر رہی ہے جناب ممدوح نے درخواست بہ خوشی منظور فرمائی۔ لیکن اطلاع دی کہ وہ بوجہ علالت بنگلور سے جہاں وہ بغرض تبدیل آب و ہوا مقیم تھے ڈسمبر سے پہلے واپس نہیں آسکتے۔ لہذا مجبوراً اجلاس کانفرنس چوتھی مرتبہ روز جمعہ تک بڑھا دینا پڑا۔ اور اسی لحاظ سے ہفتہ کے روز صبح کا وقت ملا کر تین اجلاسوں ہی میں کارروائی ختم کر دینی پڑی۔

تعطیل بارکان اضلاع حسب سنین ماضیہ اس سال بھی اضلاع سے شریک ہونے والے ارکان کے لیے دو روز کی تعطیل پیشگاہ اعلیحضرت سے منظور فرمائی گئی لیکن بہ لحاظ تبدیل تاریخ اس کا اعلان نہایت تنگ وقت میں ہوا اور ساتھ ہی ریلوے میں عام طور سے رعایت کا قاعدہ اٹھا کر کرایہ میں اضافہ ہو گیا تھا اس لیے اضلاع سے قطع نظر

دور مقامات کے دور دور مقامات مثلاً بیڑ، پربھنی، بھینسہ، ناندیڑ سے بھی بکثرت ارکان شریک اجلاس ہوئے اس طرح ثابت ہوگیا کہ قلمرو آصفیہ ہر طرح جذبات حب وطن سے معمور ہے اور قدرت کی فیاضیوں سے مالا مال۔ اس ملک کی بہبودی چاہنے والوں کا اس میں کسی طرح قحط نہیں۔

وصول تحریکات کے لیے یکم آذر ۱۳۲۷ف آخری تاریخ قرار دی گئی تھی اور اعلان کیا گیا تھا کہ کانفرنس کے ذریعہ سے اظہار رائے عامہ کا ایک پلیٹ فارم قائم ہو چکا ہے اور تمام جذبات حب وطن سے معمور دلوں کا فرض ہے کہ وہ اس آلہ سے کام لیں اگر محبان وطن اس سے کام نہ لیں تو یہ کانفرنس کا قصور نہ ہوگا بلکہ خود ان کا کہ انھوں نے اس ذریعہ اظہار رائے سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ جس قدر تحریکیں پیش ہوئیں ان سب پر غور کرنے کے بعد صدر مجلس انتظامی نے حسب ضابطہ فہرست کارروائی اجلاس مرتب کی۔

پہلے اجلاس کے وقت رضاکاروں کی جو بنیاد جناب نظیر حسین صاحب فاروقی نے قائم فرمائی تھی اس سال اسی بنیاد پر وسعت کے ساتھ کام کیا گیا۔ رضاکاروں نے جو کام کیا اس کی تفصیل ضمیمہ اول میں درج ہے۔ رضاکاروں کا انتظام مولوی سید رضی الدین حسن صاحب کیفی نے اپنے ذمہ لیا تھا جنھوں نے نہایت محنت اور مستعدی کے ساتھ اجلاس کے گوناگوں انتظامات میں مدد دی۔

مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام جناب شیخ غلام محی الدین صاحب بی اے بی ٹی پرنسپل تعلیم المعلمین کی حسن توجہ سے دارالاقامہ ہائے تعلیم المعلمین میں کیا گیا تھا۔ مسلمان مہمانوں کا انتظام مرزا مظفر بیگ صاحب مدرس مدرسہ تعلیم المعلمین کے ذریعہ سے اور ہندو مہمانوں کا انتظام پنڈت راجناتھ صاحب کول کے ذریعہ سے کیا گیا۔ بلحاظ بلدہ کے حالات کے ارکان کسی نہ کسی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں اور اس لیے صرف معدودے چند مہمان یہاں فروکش ہوئے۔

سال حال بھی بارگاہ اقدس و اعلیٰ سے اجلاس کانفرنس کے لیے ٹون ہال مرحمت فرمایا گیا تھا۔ سال حال یہ مناسب سمجھا گیا کہ داخلہ کے لیے ٹکٹ لگایا جائے چنانچہ ایک روپیہ ٹکٹ داخلہ کے لیے قرار دیا گیا۔ طلبہ کے داخلہ کے لیے فری ٹکٹ رکھے گئے تھے۔

نمایش تعلیمی سرکار عالی کی جو ہمدردی کانفرنس کے ساتھ ہے اس کا تازہ ثبوت اس اجلاس کے ساتھ نمایش تعلیمی کا افتتاح تھا جس کے لیے (اعانت) منظور ہوئے اور جس کام کا انتظام سرکاری طور سے جناب نظیر حسین صاحب فاروقی کے ذمہ تھا۔

اجلاس اوّل

الحاصل بتاریخ ۵ بہمن ۱۳۲۷ف مطابق ۲۲ صفر ۱۳۳۶ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۱۷ء روز جمعہ وقت
نو بجے صبح محبوب ٹاؤن ہال میں پہلا اجلاس شروع ہوا باوجودیکہ اس سال گذشتہ سے کرایا گیا تھا لیکن مجمع پیوستہ سے
زیادہ تھا نہ صرف ہال بلکہ گیلری بھی بھری ہوئی تھی -

حاضرین جلسہ میں معززین بلدہ اور عہدہ داران سرکار عالی اور دیگر محترم اور علمی دلچسپی رکھنے والے
حضرات کی معقول تعداد موجود تھی مثل سال پیوستہ جناب آر۔ آئی۔ آر گلانسی اسکوائر سی ایس آئی بالقابہ معین المہام
فینانس و تعمیرات نے بھی اپنی تشریف آوری سے ثابت فرمایا کہ کانفرنس کے ساتھ جناب ممدوح کی ہمدردی روز افزوں ہے
سب سے پہلے کمسن طلبہ نے مناجات پڑھی اس کے بعد جناب محمد اکبر حیدری صاحب بی۔ اے میر مجلس
صدر مجلس انتظامی کانفرنس نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریک کی کہ اجلاس کانفرنس کے لیے نواب
عماد الملک بہادر سے بہتر صدر نشین نہیں مل سکتا جو بلحاظ اپنی جامعیت اور امتزاج علوم شرقی و غربی شہرۂ آفاق
ہیں اور جن کی وسیع علمی جذبات سے ملک بہرہ اندوز ہے جن کے علم و فضل اور اوصاف حمیدہ پر مسلمانان ہند کو
ناز ہے یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ آج ایسے فرد یکتا کی صدارت کانفرنس کو نصیب ہوئی امید ہے کہ جناب ممدوح
کے بہترین خیالات سے اس علمی کانفرنس کو بہت سے فوائد حاصل ہونگے۔ اس کی تائید جناب راؤ رامچندر نایک
صاحب جاگیردار نے کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ نواب عماد الملک بہادر کے متعلق جناب حیدری صاحب نے
جو کچھ فرمایا ہے اس پر وہ یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ نواب صاحب ممدوح نہ صرف مسلمانوں کے لیے باعث
فخر ہیں بلکہ کل اہل ہند کے لیے بلحاظ اپنی اعلیٰ اوصاف کے یکساں طور پر مایۂ ناز ہیں۔ مسٹر سہراب جی جمشید جی
صوبہ دار صوبہ میدک نے تائید مزید فرمائی۔ جناب عماد الملک بہادر نے کرسی صدارت پر اجلاس فرماتے ہوئے
بیان فرمایا کہ اپنی پیرانہ سالی اور خرابی صحت کی وجہ سے ایک عرصہ ہوا کہ میں گوشہ نشین ہوں۔ کانفرنس کی اغراض
و مقاصد کا بھی تفصیلی علم نہیں ہے باوجود ان حالات کے مجھ سے صدارت کی خواہش کی گئی میں نہیں خیال
کر سکتا کہ صدارت کی ذمہ داریوں کو کیونکر انجام دے سکونگا بہرحال میں نے کارپردازان کانفرنس کے
اصرار پر اس خدمت کو قبول کر لیا ہے لیکن وہ مجھکو معاف کریں کہ تقریر صدارت کو میں خود پڑھ نہیں سکتا۔
چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے ناظم سررشتہ تالیف و ترجمہ نے جناب ممدوح کا خطبہ افتتاحیہ

پڑھا وہ حسب ذیل ہے

خطبۂ افتتاحیہ جناب نواب عماد الملک بہادر

صدر نشین اجلاس کانفرنس

حضرات! اگر میں سنت بزرگان قوم کی تقلید کروں تو میرا فرض ہوگا کہ میں حامیان کانفرنس کے آگے اپنی نااہلی اور بے بضاعتی کا اظہار کرکے معذرت کروں اور ان کی نوازش کا شکریہ دل وجان سے ادا کروں کہ ان کی حسن عقیدت نے مجھ کو آج کے روز کرسی صدارت سے معزز کیا مگر حضرات! آپ تعجب نہ فرمائیں کہ بعوض معذرت وتشکر کے میں خود اس وقت حامیان کانفرنس سے معذرت کا طلبگار ہوں کہ ان حضرات نے کیوں اور کس ضرورت سے ایسے ایک ضعیف مریض بے بصارت اور بے بصیرت شخص کا انتخاب آج کی صدارت کے واسطے کیا جو نہ فقط سرکاری خدمات سے تقریباً نصف صدی کی محنت ومشقت کے بعد وظیفہ پاچکا ہے بلکہ تمام دوسری دنیاوی گفت وشنید وتعلقات سے بنا وظیفہ بطور خود دست کش ہو چکا ہے خصوصاً جب کہ اس بے بضاعت شخص کو کبھی آج تک اس کانفرنس سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہا اور کانفرنس کے مقاصد وطریقۂ عمل سے قطعاً بے بہرہ ہے۔

بہر حال گزشت ہرچہ گزشت۔ اب تو بغیر اس کے چارہ نہیں کہ جو کچھ میرے ذہن ناقص میں آئے اسے کہہ جاؤں اور اس مختصر خطبہ کے نقائص کی ذمہ داری کا طوق حضرات حامیان کانفرنس کی گردنوں پر ڈال دوں جن کی بدولت میں آج کرسی صدارت پر جلوہ افروز نہیں خبار زدہ ہوں۔

کانفرنس کی گزشتہ کارروائی اور موجودہ تجویزوں کو کارپردازان کانفرنس آپ کے سامنے پیش کرینگے کیونکہ میں ان سے واقف تک نہیں ہوں میں فقط چند فقرے تعلیم وتعلم کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے اتفاق یا اختلاف سامعین کی فہم ورائے پر موقوف ہے۔

ہر فرد بشر جانتا ہے کہ آج کل تعلیم کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں یعنے ابتدائی۔ متوسط۔ اور اعلیٰ اس مرزبوم کے گزشتہ حالات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ قسم اول اور قسم آخر کی تعلیم یہاں ہزارہا سال سے رائج ہے ہنود کے زمانہ حکومت میں کم کوئی بارونق قریہ ہوگا جس میں خود اہل دیہ کا بنا کردہ پاٹشالا موجود و جاری نہ ہو ان مدرسوں میں مزارعین اور دیگر اہل دیہ کے لڑکے ابتدائی تعلیم پاتے تھے لکھنا پڑھنا اور ضروری حساب سیکھتے تھے اور سارا خرچ اس کا خود گوارا کرتے تھے اس قسم کے پاٹ شالے اس وقت تک

بالکل معدوم نہیں ہوئے ہیں جا بجا اب بھی دیکھنے میں آتے ہیں جن میں پنڈت پٹواری، اور دوسرے گاؤں والوں کے لڑکے گوبر سے لپی ہوئی زمین پر بیٹھے ہوئے تاڑ کے پتوں پر یا خود زمین پر اپنی ملکی زبان کے حروف لکھ رہے ہیں پہاڑے یاد کر رہے ہیں۔

اہل اسلام کے گھروں میں اسی درجہ کے مکتب جاری تھے جن میں میاں جی صاحب لڑکوں کو اردو فارسی نوشت و خواند سکھاتے تھے قرآن شریف پڑھاتے تھے اور ضروری مذہبی ارکان سے ان کو آشنا کرتے تھے۔ مکتب و پاٹھ شالا دونوں میں لڑکوں کی عمر کے موافق سزائیں مقرر تھیں جن کی تفصیل اگرچہ نہایت دلچسپ ہے مگر بخوف طوالت ترک کرنے پر مجبور ہوں۔ یہ تو ابتدائی تعلیم کا حال تھا انتہائی تعلیم کے مرکز تمام ہندوستان میں جا بجا موجود تھے جہاں بڑے بڑے پنڈت مشہور و معروف علما سیکڑوں طلبہ کو مفت درس دیا کرتے تھے۔ نزدیک و دور سے طلبہ آتے تھے۔ سالہا سال تکلیف مالایطاق برداشت کر کے تحصیل علم کرتے تھے اور بالآخر اپنے اپنے وطنوں کو واپس جاتے تھے۔ کاشی، اجودھیا، بکرم پور، ندیا، مدورا وغیرہ مقامات میں سیکڑوں برس سے تعلیم و تعلم جاری تھا۔ بڑے بڑے تارک دنیا پنڈت کار خیر سمجھ کر ہندو طلبہ کو سنسکرت زبان اور سنسکرت علوم و فنون خصوصاً مذہبی علوم کا درس دیا کرتے تھے۔

اسی طرح مسلمانوں کے زمانہ حکومت میں اور ان کے زوال کے بعد بھی گوپامئو، خیرآباد، بلگرام، فرنگی محل، رامپور، جونپور، ڈھاکہ، دیوبند وغیرہ میں مشہور و معروف علمائے وقت درس دیا کرتے تھے نزدیک و دور سے سیکڑوں طلبہ آتے تھے اور مستفید ہوتے تھے برسوں محنت کرتے تھے تکلیف اٹھاتے تھے اور فضیلت کی دستار حاصل کر کے واپس جاتے تھے ان درسگاہوں میں نہ سرکاری مداخلت تھی اور نہ کوئی فیس لی جاتی تھی نہ سالانہ امتحان کی قید تھی غریب طلبا کو مقامی مرفہ حال حضرات اپنے ہاں بود و باش کی جگہ دیتے تھے اور ان کے خورد و نوش کے لیے دال روٹی کا بند و بست کر دیتے تھے۔ ذریعہ تعلیم ہندوؤں کے ہاں سنسکرت اور مسلمانوں کے ہاں عربی تھا۔ ان درسگاہوں سے بڑے بڑے نامی پنڈت اور علما مستفید ہوئے۔ اور دنیا میں نام پیدا کر گئے۔

انگریزی حکومت کے زمانہ میں بھی ابتدا میں فارسی عربی السنہ اور علوم مشرقیہ کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ رہی کلکتہ میں گورنر جنرل وارن ہیسٹنگس نے اپنی ذاتی فیاضی سے ایک عظیم الشان مدرسہ موسوم بہ مدرسہ عالیہ قائم کیا جس میں مدت تک اعلیٰ درجہ کی تعلیم عربی و فارسی زبان و علوم کی ہوتی رہی۔ اب تک یہ مدرسہ بحال خود قائم ہے مگر اس میں انگریزی کی ایک شاخ زیادہ کر دی گئی ہے۔ اور عربی فارسی کی طرف توجہ کم ہو گئی ہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد سرکاری طور پر ایک سررشتہ تعلیمات قائم کیا گیا اور انگریزی زبان کی تعلیم شروع ہو گئی اور روز بروز